Al-Mīthāq ***(Research Journal of Islamic Theology)***
ISSN: 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
Volume 04, **Issue** 03, July - September 2025, **PP**: 82-92
Open Access at: https://almithaqjournal.org/

Article QR

خیبر پختونخوا کے عائلی وسماجی مسائل کا تجزیاتی مطالعہ

Analytical Study of Family and Social Issues of Khyber Pakhtunkhwa

1. Muhammad Nasir nasirbettani786@gmail.com	*Doctoral Candidate, Qurtuba University of Science and Information Technology, D.I. Khan.*
2. Dr. Aslam Khan ihsankhan0570@gmail.com	*Professor, Department of Islamic Studies, Qurtuba University of Science and Information Technology, D.I. Khan.*

How to Cite:	Muhammad Nasir and Dr. Aslam Khan. 2025: "Analytical Study of Family and Social Issues of Khyber Pakhtunkhwa". Al-*Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 4 (03): 82-92.
Article History:	**Received**: 27-08-2025 · **Accepted**: 25-09-2025 · **Published**: 30-09-2025

Copyright:	**©The Authors**
Licensing:	This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

Conflict of Interest: Author(s) declared no conflict of interest.

Abstract & Indexing

Publisher

HIRA INSTITUTE
of Social Sciences Research & Development

خیبر پختونخوا کے عائلی وسماجی مسائل کا تجزیاتی مطالعہ

Analytical Study of Family and Social Issues of Khyber Pakhtunkhwa

1. **Muhammad Nasir**
Doctoral Candidate, Qurtuba University of Science and Information Technology, D.I. Khan.
nasirbettani786@gmail.com

2. **Dr. Aslam Khan**
Professor, Department of Islamic Studies,
Qurtuba University of Science and Information Technology, D.I. Khan.
ihsankhan0570@gmail.com

Abstract

Khyber Pakhtunkhwa is one of the most significant provinces of Pakistan, distinguished by its unique cultural, social, and historical characteristics. The majority of its population consists of Pashtuns, a nation known for its distinct traditions, values, and social norms. The religious and social attitudes of the people are deeply rooted, and Islamic law and jurisprudence hold a central position in shaping their personal and collective lives. Despite its cultural richness and strong religious foundation, Khyber Pakhtunkhwa is confronted with a number of social, economic, familial and judicial challenges which have become major obstacles to the overall progress and development of the region. These problems include widespread poverty, lack of quality education, insufficient healthcare facilities, violation of women’s rights, family disputes, delays in the justice system, and the rising rate of crime. This article, however, focuses specifically on the family and social issues of Khyber Pakhtunkhwa. Family problems in this province are directly linked to broader societal issues, as social norms, customs, and cultural expectations in Khyber Pakhtunkhwa often hinder the proper implementation of Islamic family laws in their true spirit. Human nature varies, and within society some individuals create complications while others attempt to resolve them. Therefore, the critical investigation of these problems and the search for practical and effective solutions is not only necessary for Khyber Pakhtunkhwa, but also important for the development of Pakistan as a whole. For this reason, the present topic is both relevant and essential in contemporary academic and social research.

Keywords: *Culture, Women’s Rights, Socio Problems, Family Affairs.*

تمہید

خیبر پختونخوا پاکستان کا ایک اہم صوبہ ہے، جو اپنی منفرد ثقافتی، سماجی اور تاریخی حیثیت سے پہچانا جاتا ہے۔ اس خطے کی آبادی میں زیادہ تر پشتون قوم سے تعلق رکھنے والے افراد شامل ہیں جو اپنی مخصوص روایات، اقدار اور معاشرتی اصولوں کے حوالے سے مشہور و معروف ہیں۔ یہاں کے لوگوں کا مذہبی اور معاشرتی رویہ بہت مضبوط ہے اور اسلامی قوانین اور فقہ اسلامی ان کی زندگی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں. خیبر پختونخوا کو کئی سماجی، اقتصادی، عائلی اور عدالتی مسائل کا سامنا ہے جو اس خطے کی ترقی میں بڑی رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔ ان مسائل میں غربت، تعلیم کی کمی، صحت کی ناکافی سہولیات، عورتوں کے حقوق کی پامالی، عائلی تنازعات، عدالتی نظام میں تاخیر اور جرائم کی بڑھتی ہوئی شرح جیسے مسائل شامل ہیں۔ اس مقالہ میں خیبر پختونخوا کے عائلی وسماجی مسائل کو بیان کیا گیا ہے کیونکہ عائلی مسائل کا سماجی مسائل کے ساتھ گہرا ربط ہے۔ عائلی احکام کو صحیح معنوں میں لاگو کرنے میں سماج اور پختونخوا معاشرہ حائل ہے۔

لہٰذا ان مسائل کا تجزیہ اور ان کا ممکنہ حل تلاش کرنا نہ صرف اس صوبے بلکہ پورے ملک کے لیے اہم ہے۔اس طرح یہ موضوع اس جہت سے بھی اپنی افادیت اور ضرورت کو ظاہر کرتا ہے۔ مسائل پر گفتگو سے قبل عائلی نظام کے تعارف پر مبنی ایک مختصر خاکہ پیش کیا جاتا ہے جس سے اس نظام کی دینِ متین میں اہمیت کا اندازہ لگانا آسان ہوگا۔

عائلی نظام کا تعارف: قرآن وسنت کے تناظر میں

عائلی زندگی اسلامی اور عقلی اعتبار سے بے انتہا اہمیت کی حامل ہے کیونکہ اس گھر کی زندگی سے افراد اور اشخاص وجود میں آتے ہیں۔یہی گھرانہ کسی بھی انسان کے لیے پہلا مدرسہ ہوتا ہے جہاں سے وہ سیکھتا اور باہر جاکر ویسا ہی رویہ اختیار کرتا ہے خواہ مثبت ہو یا منفی۔اس سے معلوم ہوا کہ عائلی زندگی سے معاشرے پر بھی اثر ہوتا ہے۔عائلی زندگی میں درج ذیل رشتے شامل ہوتے ہیں:

- میاں بیوی۔
- ماں باپ۔
- والدین اور اولاد۔
- بہن بھائی۔

یہ کچھ بنیادی رشتے ہیں جو لازمی اکھٹے ہی ہوتے ہیں اس کے علاوہ چچا وغیرہ تمام طور پر الگ ہی رہتے ہیں، ان سب عائلی بنیادی رشتوں کے ساتھ حسنِ سلوک کے حوالے سے قرآن وحدیث میں بہت زور دیا گیا ہے۔چند ایک قرآنی نصوص حسب ذیل ہیں:

- وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ [1]

اور اللہ کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے پیدا کئے تمہارے لیے تمہاری جانوں میں سے جوڑے تاکہ تم ان سے سکون پاؤ اور پیدا کیا تم میں مودّت اور شفقت کا تعلق، بے شک اس میں غور وفکر کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

- وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا [2]

اور عبادت کرو اللہ کی اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور والدین سے احسان کرو

- اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا [3]

جب ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پہنچ جائے یا دونوں تو ان کو اُف بھی نہ کہو اور نہ جھڑکو ان دونوں کو اور ان سے مہربانی والی گفتگو کرو۔

ان نصوص میں والدین سے حسن سلوک اور میاں بیوی کے رشتے کو اللہ کی نشانی کے طور پر بیان فرمایا گیا اور بتایا گیا کہ یہ تعلق محبت وشفقت والا ہے، اب اگر ان کا تعلق واقعی اسی طرح ہوگا تو اولاد اور بہن بھائیوں کا آپسی رشتہ بہترین اور خوبصورت ہوگا۔

قرآن حکیم کی مانند احادیثِ مبارکہ میں بھی عائلی رشتوں کے ساتھ حسنِ سلوک اور صلہ رحمی کا متعدد بار ذکر کیا گیا ہے۔

عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیثِ رسول ﷺ ہے کہ:

رِضَى الرَّبِّ فِي رِضَى الوَالِدِ، وسَخَطُ الرَّبِّ فِي سَخَطِ الوَالِدِ[4]

رب کی رضامندی والد کی رضامندی میں ہے اور رب کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے۔

اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص آپ ﷺ کے پاس تشریف لائے اور پوچھا کہ: یا رسول اللہ! میرے حسن

سلوک کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ فرمایا: تمہاری ماں پھر تمہاری ماں پھر تمہاری ماں پھر تمہارا باپ۔ علاوہ ازیں عائلی رشتوں کی ضرورت اور باہمی مودت کی اہمیت پر دلالت کرنے والی چند ایک احادیث درج ذیل ہیں:

- لو كنت آمرًا أن يُسجد لأحد لأمرت الزوجة أن تسجد لزوجها[5]

  اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ کسی کو سجدہ کرو تو میں عورت کو حکم دیتا کہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔

- عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم:خِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَائِهِمْ[6]

  تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنی بیویوں کے ساتھ اچھا ہو۔

- عن عائشةَ، قالت: قال رسولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم:خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ وأنا خَيْرُكُمْ لِأَهْلي[7]

  تم میں بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا ہو اور میں تم سب سے اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا ہوں۔

ان نصوص سے والدین اور میاں بیوی کے رشتے کی اہمیت واضح ہوتی ہے کہ کس قدر اہم اور بنیادی رشتے ہیں اور انہی رشتوں سے ایک خاندان اور گھرانہ تشکیل پاتا ہے۔ جس طرح زندگی کے ہر شعبے کی کچھ نہ کچھ مشکلات اور مسائل ہوتے ہیں، بالکل اسی طرح عائلی زندگی کے بھی بہت سے مسائل ہوتے ہیں، جن سے اس خاندان کے افراد کو واسطہ اور تعلق ہوتا ہے۔ آئندہ سطور میں ان مسائل پر بحث کی جاتی ہے۔

خیبر پختونخوا کے بنیادی عائلی مسائل

خیبر پختونخوا کے بنیادی عائلی مسائل میں یوں تو متعدد مسائل شامل ہیں جن میں کم سنی کی شادی، زبردستی کی شادی، نکاح میں مہر وغیرہ کے مسائل، طلاق وخلع کے مسائل، بچوں کی پرورش اور کفالت سے متعلق مسائل، گھریلو تشدد اور بزرگوں کی دیکھ بھال سے متعلق مسائل اہم ہیں۔ تاہم اگر بنظرِ غائر دیکھا جائے تو یہ تمام اصولی طور پر دو اہم مسئلوں کی طرف لوٹتے ہیں۔ ایک نکاح سے متعلق مسائل اور دوسرے طلاق وخلع سے متعلق مسائل کیونکہ یہی دو مسائل درحقیقت بقیہ مسائل کے لیے بنیاد بنتے ہیں۔ آئندہ سطور میں ان مسائل کے اسباب ومحرکات جاننے کے بعد ان کے تدارک کا لائحہ عمل متعین کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

مذکورہ مسائل کے اسباب ومحرکات

نکاح وطلاق سے متعلقہ چند مسائل اور ان کے اسباب ومحرکات درج ذیل ہیں:

اوّل: کم سنی کی شادی

خاندانی وعائلی نظام زندگی میں ایک بہت نازک وحسّاس مسئلہ یہ ہے کہ بچوں کے پیدا ہوتے ہی ان کے رشتوں کی نسبت کر دی جاتی ہے کہ فلاں سے میں اپنی بچی کا رشتہ کروں گا یا اپنے بچے کا، اس کو ہم وعدۂ نکاح بھی کہہ سکتے ہیں۔ اس میں خرابی یہ ہے کہ ضروری نہیں کہ جس طرح بڑوں کے مزاج وتعلقات آپس میں ملتے ہیں، تو ان کے بچوں کے مزاج وتعلقات آپس میں اچھے ہوں بلکہ عین ممکن ہے کہ ان کے برعکس ہوں۔ اس لیے ایسی شادی کرنے کے نتیجے میں وہ بہترین خاندان اور بہترین عائلی زندگی گزارنے سے عاجز ہوں گے۔ اس چھوٹی عمر میں شادی کی ایک صورت یہ ہے کہ حدّ بلوغ سے پہلے ہی ان کا آپس میں نکاح ان کے اولیاء کرا دیتے ہیں اور شرعی مسائل کا عام طور پر شعور نہ ہونے کی بنیاد پر اسے ہر حال میں لازم سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ بالغ ہوتے ہی لڑکی کو اختیار حاصل ہے کہ اس نکاح سے معذرت کر لے۔ چونکہ مسائل کا علم نہیں ہوتا تو اس اختیار کو استعمال نہیں کر پاتے اور رشتہ اچھا ہو یا نہ ہو مزاج

ملتے ہوں یا نہ ملتے ہوں، اب پھانسی کے اس تختے پر ہمیشہ کے لیے لٹکنا پڑ جاتا ہے جس کے نتیجے میں بہت سے اور مسائل بھی جنم لیتے ہیں مثلاً لڑائی جھگڑے، نا اتفاقی، مقدمات، طلاق کی نوبت، بے سکونی، اولاد کی تربیت پر برا اثر، ایک دوسرے کے حقوق کی پامالی، ایک بے بس اور بے چین عائلی زندگی وغیرہ۔ قرآن مجید میں نکاح کے لیے "بلوغ" کو بنیادی شرط قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَابْتَلُوا الْيَتَامَىٰ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ [8]

یتیم بچوں کو آزماتے رہو یہاں تک کہ وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں۔

فقہاء کے نزدیک بلوغ کے آثار حیض یا احتلام سے ظاہر ہوتے ہیں اور اگر یہ ظاہر نہ ہوں تو لڑکی کے لیے پندرہ سال اور لڑکے کے لیے پندرہ یا سترہ سال کی عمر کو بلوغ کی حد قرار دیا گیا ہے۔ خیبر پختونخوا میں بعض دیہی علاقوں میں کم عمری کی شادی ایک سماجی مسئلہ ہے۔ عدالتی نظام Child Marriage Restraint Act کے تحت ایسی شادیوں کو روکنے کی کوشش کرتا ہے، مگر اکثر اوقات قبائلی و خاندانی دباؤ کے سبب یہ مسئلہ پیچیدہ ہو جاتا ہے۔

دوم: دباؤ کی شادی

بعض مرتبہ لڑکیوں اور لڑکوں کو ایسے عائلی مسائل سے بھی واسطہ پڑتا ہے جس میں گھر کے سربراہ ان کو اپنی کسی پسند کی لڑکی یا لڑکے سے شادی کرنے پر مجبور کرتے ہیں اور اس کے پیچھے ان کا کوئی دنیوی مقصد اور کام ہوتا ہے اور اس کے حصول کی آسانی کے لیے اپنے بچوں کو اس بات اور کام پر مجبور کرتے ہیں اور عام طور پر اس کا سبب دنیاوی مادہ پرستی اور مال کا لالچ ہی بنتا ہے۔

سوم: طلاق کے مسائل

عائلی زندگی میں طلاق کے مسائل بکثرت جنم لے رہے ہیں جس کے معاشرے پر برے اثرات پڑ رہے ہیں، حالانکہ طلاق ایسا عمل ہے کہ اس حد تک جانے کا سوچنا ہی نہیں چاہیے۔ اس کی اسلام نے بہت ہی ناگزیر حالات میں اجازت دی ہے۔ رسول خدا ﷺ کا ارشاد ہے:

أَبْغَضُ الْحَلَالِ إِلَى اللهِ الطَّلَاقُ [9]

حلال چیزوں میں سب سے ناپسندیدہ چیز اللہ کے ہاں طلاق ہے۔

ہمارے معاشرے میں جہاں طلاق بڑھ رہی ہے اس کے ساتھ ساتھ اس کے احسن انداز کو بھی ترک کیا جا رہا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بعد میں پچھتاوا اور شرمندگی ہوتی ہے۔ طلاق کے واقعات میں اضافے کے درج ذیل اسباب ہیں:

1. **برداشت کی کمی:** طلاق کی شرح بڑھنے کی سب سے بڑی وجہ زوجین میں صبر و برداشت کی کمی ہے۔ جس سے انسان کو غصہ آتا ہے اور جب انسان غصے میں ہو تو ایسے فیصلے کر جاتا ہے جو کہ بعد میں شرمندگی کا ذریعہ بنتے ہیں۔
2. **عدم اعتماد:** میاں بیوی کا رشتہ ہے ہی اعتماد کی بنیاد پر اور جب اس میں شک آ جاتا ہے تو رشتہ ازدواج کی کشتی میں سوراخ کر دیتا ہے اور پھر اس کشتی کا مقدر ڈوبنا ہی ہوتا ہے۔ اس لیے اس رشتے میں اعتماد کو بڑی اہمیت حاصل ہے اور اس کی کمی کی وجہ سے شرح طلاق بڑھ رہی ہے۔
3. **جسمانی تشدد:** بعض مردوں کی عادت اور ماحول ایسا ہوتا ہے کہ ذرا ذرا سی بات پر بجائے تنبیہ کے سیدھا عورت کو مارنا شروع کر دیتے ہیں حالانکہ مارنا کوئی اچھا کام نہیں۔ اسلام نے ایک مرحلے میں اس کی اجازت دی ہے کہ پہلے وعظ و نصیحت سے اس کو تنبیہ کرو پھر اس سے رہنے کی جگہوں میں الگ ہو جاؤ اور بالکل حد سے گزر جائے اور ہدایت پر نہ آ رہی ہو تو اس کو مار

سکتے ہو لیکن اس کا بھی مخصوص طریقہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیًّا كَبِیْرًا [10]

اور وہ عورتیں جن کی نافرمانی کا خوف ہو تو ان کو وعظ کرو بستروں میں الگ ہو جاؤ اور ان کو مارو پس اگر وہ تمہاری اطاعت کر لیں، تو ان کے خلاف کوئی اور راستہ تلاش نہ کرو بے شک اللہ بلند و برتر ذات ہے۔

یہ چند ایک اہم اسباب ہیں۔ ان کے علاوہ شخصی تفاوت، جسمانی و معاشی مسائل اور بے توجہی بھی بسا اوقات طلاق کی وجہ بنتی ہے۔ خیبر پختونخوا چونکہ ایک قدامت پسند معاشرہ ہے، اس لیے یہاں نکاح کے مسائل عدالتی نظام میں خصوصی اہمیت رکھتے ہیں۔ لڑکیوں کی شادی میں ولایت (ولی کی رضامندی)، کم عمری کی شادی، حق مہر کے تعین، رجسٹریشن اور عدالتوں میں نکاح نامے کی حیثیت جیسے مسائل کثرت سے سامنے آتے ہیں۔ ان مسائل کا تجزیہ فقہی نصوص، احادیث اور موجودہ عدالتی قوانین کی روشنی میں کیا جائے تو ان کے حل کی راہیں کھلتی ہیں۔

چہارم: ولی کی رضامندی کا مسئلہ

فقہ اسلامی میں ولی کے بغیر نکاح کا مسئلہ اختلافی رہا ہے۔ احناف کے نزدیک بالغہ عاقلہ عورت اپنا نکاح خود کر سکتی ہے، اگرچہ ولی کی رضامندی مستحب ہے۔ امام سرخسی لکھتے ہیں:

اَلْبَالِغَةُ الْعَاقِلَةُ إِذَا زَوَّجَتْ نَفْسَهَا مِنْ كُفْءٍ بِمَهْرِ الْمِثْلِ يَجُوزُ نِكَاحُهَا وَلَا يُفْسَخُ [11]

بالغہ عاقلہ عورت اگر کفو میں اور مہر مثل کے ساتھ نکاح کرے تو وہ نکاح درست ہے اور فسخ نہیں ہو گا۔

جبکہ شوافع و حنابلہ کے نزدیک ولی کی اجازت کے بغیر نکاح درست نہیں۔ [12] ان کا مستدل یہ حدیث مبارک ہے:

لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ [13]

ولی کے بنا کوئی نکاح نہیں ہوتا۔

خیبر پختونخوا میں اکثر مقدمات ولی کی رضامندی کے بغیر ہونے والے نکاح کے گرد گھومتے ہیں۔ عدالتیں عام طور پر فقہ حنفی کی روشنی میں ایسے نکاح کو جائز قرار دیتی ہیں، لیکن خاندانی سطح پر ان نکاحوں کو سخت مخالفت کا سامنا ہوتا ہے۔ چنانچہ حالات و واقعات کے تناظر میں سد الذرائع کے اصول کو مد نظر رکھتے ہوئے حل تلاش کیا جانا اہم ہے۔

پنجم: مہر کے حوالے سے مسائل اور شرع کا حکم

مہر نکاح کا لازمی رکن ہے۔ قرآن میں ارشاد ہے:

وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً [14]

اور عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی سے ادا کرو۔

فقہاء نے واضح کیا ہے کہ اگر مہر معین نہ ہو تو نکاح درست ہے لیکن مہر المثل واجب ہو گا۔

وإن لم يكن سمى لها مهراً فلها مهر نسائها [15]

اور اگر مہر مقرر نہ کیا جائے تو اس کے لیے اس کے خاندان کے عورتوں کے مطابق مہر ہو گا۔

خیبر پختونخوا میں اکثر مہر بہت زیادہ لکھا جاتا ہے لیکن عملاً ادا نہیں کیا جاتا، جس سے عدالتوں میں تنازعات پیدا ہوتے ہیں۔ عدالتیں شریعت اور قانون کی روشنی میں عورت کو مہر کے حق کا تحفظ فراہم کرنے کی کوشش کرتی ہیں تاہم اس نظام میں بہتری لانے

کی بہت گنجائش اور ضرورت ہے۔

ششم: نکاح نامہ اور عدالتی رجسٹریشن

پاکستانی عدالتی نظام میں نکاح نامے کی رجسٹریشن لازمی قرار دی گئی ہے لیکن خیبر پختونخوا کے دور دراز علاقوں میں اکثر نکاح رجسٹرڈ نہیں کیے جاتے، جس سے وراثت، نان ونفقہ اور دیگر مسائل میں پیچیدگیاں پیدا ہوتی ہیں۔ فقہ اسلامی میں نکاح کے صحیح ہونے کے لیے نکاح نامہ یا کاغذی ثبوت شرط نہیں، بلکہ گواہوں کی موجودگی ضروری ہے۔

لانكاح إلا بولي وشاهدين [16]

نکاح نہیں ہوتا مگر ولی اور دو گواہوں کی موجودگی میں۔

لیکن موجودہ عدالتی نظام میں نکاح نامہ ایک قانونی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے جو عورت کے حقوق کے تحفظ کے لیے ناگزیر ہے۔ نیز جب اس امر کو حکومتی قانون کا درجہ حاصل ہو تو اولوالامر کی اطاعت کے اصول کی رو سے اس پر عمل اور پابندی اور زیادہ ضروری ہو جاتی ہے۔

عائلی مسائل کا تجزیہ

خیبر پختونخوا کے عدالتی نظام میں نکاح کے حوالے سے جو مسائل سامنے آتے ہیں، ان کی جڑ زیادہ تر سماجی رویے اور عدم آگاہی ہے۔ قرآن وسنت اور فقہ اسلامی میں نکاح کے اصول نہایت واضح اور سہل ہیں، لیکن جب انہیں سماجی رسوم اور قبائلی دباؤ سے باندھا جاتا ہے تو مسائل جنم لیتے ہیں۔ قرآنی تعلیمات اس حوالے سے بالکل واضح اور سہل عمل ہیں۔ خیبر پختونخوا کے سماج میں ولی کی رضامندی کے مسئلے میں عدالتیں فقہ حنفی کو بنیاد بنا کر عورت کے حق نکاح کو تسلیم کرتی ہیں۔ اسی طرح کم عمری کی شادی کو عدالتی سطح پر روکا جاتا ہے تاکہ قرآن کے اصول "بلوغ" کی رعایت کی جا سکے۔ مہر کے حق میں عدالتیں عورت کو مضبوط قانونی تحفظ دیتی ہیں۔ نکاح نامے کی رجسٹریشن کو لازمی قرار دے کر ریاست عورت کے حقوق کو یقینی بنانے کی کوشش کرتی ہے۔ چنانچہ کہا جا سکتا ہے کہ خیبر پختونخوا کے عدالتی نظام میں نکاح کے مسائل کا حل اسی وقت پائیدار ہو گا جب عوامی سطح پر دینی تعلیمات اور قانونی آگاہی کو فروغ ہو گا۔ نیز طلاق وخلع سے متعلق مسائل کا اگر پختونخوا کے سماج کے حوالے سے تجزیہ کیا جائے تو درج ذیل امور مترشح ہوتے ہیں:

1. جرگہ سسٹم کا دباؤ: اکثر اوقات خواتین کو عدالت جانے سے روکا جاتا ہے اور انہیں جرگہ کے ذریعے غیر شرعی فیصلے قبول کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔
2. خلع میں تاخیر: فقہ حنفی کے مطابق اگر عورت خلع چاہے اور وجہ معقول ہو تو قاضی کو اجازت دینی چاہیے، مگر عدالتی کارروائی طویل ہو جاتی ہے۔
3. طلاقِ ثلاثہ کا مسئلہ: بعض اوقات شوہر ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دیتا ہے، جسے عدلیہ مختلف انداز میں دیکھتی ہے۔ فقہ حنفی کے مطابق یہ تین ہی شمار ہوتی ہیں، جبکہ بعض فقہاء ایک طلاق قرار دیتے ہیں۔ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

فأما إيقاع الثلاث بكلمة واحدة فهو مخالف للكتاب والسنة [17]

بہر حال ایک کلمہ کے ساتھ تین طلاقیں دینا یہ کتاب وسنت کے خلاف ہے۔

فقہ اسلامی کی روشنی میں عدالتی رہنمائی

- قاضی کو چاہیے کہ طلاق کے معاملات میں مصالحت کو اوّلین ترجیح دے، جیسا کہ قرآن کا حکم ہے۔ [18]

- عدالتی فیصلوں میں "مقاصد الشریعہ" کو مدنظر رکھا جائے تاکہ انصاف اور عدل قائم ہو۔
- خواتین کو شرعی حقِ خلع تک جلد رسائی ملنی چاہیے تاکہ وہ غیر ضروری مشکلات سے بچ سکیں۔
- طلاق ثلاثہ کے مسئلے میں قرآن وسنت کی اصل روح کے مطابق "ایک طلاق" کو اپنانے سے معاشرتی بگاڑ کم ہو سکتا۔

خیبر پختونخوا کے سماجی مسائل: اسباب و تدارک

جہاں پر انسان رہائش اختیار کر رہا ہوتا ہے وہاں پر لوگوں کے ساتھ تعلقات نبھانے اور میل جول کو بہتر کرنے کے لیے اپنی عقل وفہم کو استعمال کرتا ہے، جس کے نتیجے میں انسان بعض اوقات ایسے کام کر بیٹھتا ہے جو بہتر بلکہ بہترین ہوتے ہیں اور ان کا اسلام سے بظاہر کوئی ٹکراؤ نہیں ہوتا اور بہت سے ایسے امور بھی کر بیٹھتا ہے جن کا اسلام سے دور دور تک کا کوئی واسطہ اور تعلق ہی نہیں ہوتا اور پھر ایسے کام سماج میں جڑ پکڑ جاتے اور سماج کا حصہ ہو جاتے ہیں۔ ان کاموں کو ہم سماجی مسائل کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ خوشی وغمی اور موت انسانی زندگی کا حصہ ہے۔ خیبر پختونخوا کے سماجی مسائل عموماً انہی دو پہلوؤں سے متعلق ہیں۔ آئندہ سطور میں ان مسائل کے اسباب و محرکات جاننے کے ساتھ شریعتِ اسلامیہ کی روشنی میں تدارک پیش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

اوّل: خوشی اور غمی سے متعلق مسائل

معاشرے میں رہتے ہوئے انسان کو خوشی ملتی ہے تو اس خوشی کو منانے کے نت نئے طریقے پیدا کرتا ہے اور چونکہ موقع خوشی کا ہوتا ہے تو ہر قسم کے طریقوں کو وہ جواز وافضلیت کا جامہ پہناتا ہے۔ اسی لیے جب انسان شادی بیاہ کرتا ہے تو اس میں بہت سی ایسی رسومات میں مبتلا ہو جاتا ہے جو غیر مذہب سے تعلق رکھنے والی ہوتی ہے، ان کا رواج عام ہوتا چلا جارہا ہے جیسے مہندی واُبٹن وغیرہ کے امور اور فنکشن اس کے علاوہ شادی وغیرہ کو طول دینا جس سے اسراف ہونا واضح ہے جو کہ ممنوع ہے۔ اس کے علاوہ منگنی وغیرہ کے لیے مرد کو سونے کی انگوٹھی پہنانا جو کہ عام ہو گیا ہے۔ یہ بھی یہاں کا بہت بڑا مسئلہ ہے اس کے علاوہ ولیمہ صاحب استطاعت پر ہوتا ہے لیکن بعض غرباء بھی شہرت کی دوڑ میں امیروں سے برابری کرنے کے لیے اُدھار لے کر ولیمے کرتے ہیں جو ان کے لیے معاشی تنگی کا باعث ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی دیگر خرافات اس میں شامل ہیں جس میں بے جا فائرنگ کرنا، جس میں صوتی آلودگی کے علاوہ خوف وہراس پیدا ہوتا ہے اور چونکہ اس پر قانونی پابندی بھی ہے اس لیے یہ ممنوع ہے کیونکہ کئی دفعہ اس فائرنگ کے نتیجے میں اموات ونقصان ہو چکے ہیں۔

دوم: مرگ سے متعلق مسائل

انسانی زندگی میں خوشیوں کے ساتھ غم وآزمائش کا آنا، زندگی کے ساتھ موت کا واسطہ ایک جزولازم ہے۔ قرآن میں اللہ کا فرمان ہے:

وَمااَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَ يَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ[19]

اور جو تم کو مصیبت آتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کے اعمال کی وجہ سے آتی ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَ الْاَنْفُسِ وَ الثَّمَرٰتِ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ[20]

اور ہم ضرور تم کو آزمائیں گے کچھ خوف اور بھوک اور اموال کی کمی اور جان جانے اور پھلوں کی کمی کے ذریعے سے اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنائیں۔

اب زندگی کے اس لازمی امر میں انسان کو اسلام نے یہ حکم دیا ہے کہ صبر و استقامت کے ساتھ حدود سے تجاوز نہیں کرنا۔ اس حوالے سے اور بہت سے احکام ہیں جن میں جزع فزع کرنا جو کہ پریشانی و موت کی حالت میں بالخصوص عام ہو چکا ہے اور اس کے علاوہ نوحہ و بین کرنا جو کہ ممنوع و حرام قرار دیا گیا ہے۔

سوم: تیجہ، چالیسواں کی رسوم و خرافات

جس گھر فوتگی ہوتی ہے، اس گھر والے چونکہ غم میں مبتلا ہوتے ہیں تو کھانے پکانے سے وہ عاجز اور معذور ہوتے ہیں، اس لیے ان کے لیے چند دن کھانے کا انتظام کرنا علاقے والوں اور اقرباء کے لیے امر اسلامی ہے، لیکن اس میں تجاوز کرتے ہوئے ایک ضرورت، پروگرام اور ولیمے کی شکل بنا دیا جاتا ہے کہ آج کل باہر سے تعزیت کے لیے آنے والوں کو بھی کھانے کھلائے جاتے ہیں اور اس کو ضروری سمجھا جاتا ہے جو کسی صورت شرعاً عقلاً درست نہیں۔ اس طرح بہت سی خرافات ہمارے سماج میں دعوتی انداز میں شروع ہو چکی ہیں، جن میں جمعرات کو خیرات کا لازمی ہونا اور اسی طرح چالیس دن پورے ہونے پر خیرات و دعوت کا التزام کرنا اور جب سال مکمل ہو جاتا ہے تو پھر اس کی وسعت نہ ہونے پر بھی ادھار وغیرہ سے اس رسم بد اور غیر شرعی رسم کو کرنا سماج میں عزت کا باعث سمجھا جاتا ہے۔ یہ تمام امور خلافِ شرع ہونے کے ساتھ ساتھ لواحقین پر ایک الگ نوعیت کا بوجھ ہیں۔ معاشرے میں اسلامی تعلیمات کو رواج دے کر ان رسوم کے خاتمہ کی کوشش کی جانی چاہیے۔ ذیل میں ان مسائل کے حوالے سے شرعی رہنمائی ذکر کی جاتی ہے۔

سوگ کی اجازت اور نوحہ کی ممانعت

اسلام نے سوگ کو جائز قرار دیا ہے لیکن اس کی اپنی حدود بھی بیان کی ہیں جن میں وہ سوگ کر سکتے ہیں، اس سے تجاوز ممنوع ہے۔ فوت شدہ شخص بالکل غریب ہو تو اس کے کفن دفن کے مسائل اور اگر مقروض ہو تو اس کے قرضوں کے مسائل بھی وجود میں آتے ہیں کہ اس کی ذمہ داری کون لے گا؟ بعض دفعہ چھوٹے بچے ہوتے ہیں، جن کے پاس نہ تو مال ہوتا ہے اور نہ ہی کمائی کا ذریعہ جس سے مسائل اور پریشانیاں جنم لیتی ہیں۔ انسان کو فوتگی کے موقع پر رونے کی اجازت تو دی گئی ہے، لیکن اس میں اسلامی حدود کو تجاوز کر جانا بالکل درست نہیں ہے، لہٰذا خود کو مارنا، کپڑے پھاڑنا اور نوحے کرنا ممنوع ہے۔

تعزیت

فوت شدہ افراد کے وہ لوگ جو کہ ان کے ورثاء اور تعلق دار ہوتے ہیں، فوتگی کی وجہ سے ان میں مایوسی پیدا ہو جاتی ہے اور ذہنی سطح کافی حد تک نیچے آ چکی ہوتی ہے، اس وقت ان کو ایک سہارے کی ضرورت ہوتی ہے، اس لیے اسلام میں تعزیت و تسلی کا طریقہ جاری فرمایا تا کہ ان کو تسلی دی جائے۔ البتہ ہمارے ہاں تعزیت کرنے والا اُلٹ اس کو رلانے کا ذریعہ بن جاتا ہے اور بجائے تسلی دینے کے خود محتاج تعزیت ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات آگے والے پسماندگان کا ماحول اور طبعیت نارمل ہو چکی ہوتی ہے، لیکن تعزیت کے لیے اور ہمت دلانے کے لیے حاضر ہونے والے اشخاص دوبارہ ان کی طبعیت اور ماحول کو افسردہ کر دیتے ہیں اور ہمت کو پست کر دیتے ہیں۔ اسلام نے تعزیت کا ایک طریقہ کار متعین کیا ہے کہ تین دن کے اندر اندر ہو اور لواحقین کو ڈھارس بندھانے کا ذریعہ ہو نہ کہ انہیں مزید غمگین کرنے کا۔ ایسے موقع پر اخروی انعامات کا ذکر کر کے، صبر کے فضائل سنا کر لواحقین کو غم کی اس گھڑی میں ہمت دلائی جا سکتی ہے۔

حاصل بحث

خیبر پختونخوا میں عائلی و سماجی مسائل بکثرت پائے جاتے ہیں، عائلی مسائل کے ضمن میں نکاح وطلاق کے مسائل قابل

ذکر ہیں۔ عدالتی نظام میں طلاق کے معاملات کئی پیچیدگیوں کا شکار ہیں جن کی بنیادی وجہ معاشرتی دباؤ، جرگہ سسٹم اور عدالتی تاخیر ہے۔ قرآن و سنت کا اصل مقصد انصاف، خیر خواہی اور سہولت ہے۔ اگر عدالتی نظام ان اصولوں کو اپنائے تو طلاق کے مسائل بہتر انداز میں حل ہوسکتے ہیں۔ اسی طرح نکاح سے متعلق مشکلات اور پیچیدگیوں کو بیان کیا ہے اور معاشرتی مسائل نکاح کو بیان کیا ہے اس ضمن میں سب سے اہم کم عمری میں نکاح کے مسئلے کو تفصیل سے واضح کیا ہے اور اس سب پر تجزیہ پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کے علاوہ سماجی مسائل میں سے خوشی و غمی اور مرگ کے موقع کے مسائل اہم ہیں۔ ان مواقع پر بے جا قسم کے رسوم ورواج معاشرہ میں راسخ ہوچکے ہیں۔ خلافِ شرع امور کا ارتکاب نہ صرف دینی رجحان کے فقدان بلکہ کثیر خرابیوں کا باعث بنتا ہے۔ ایسے میں ضرورت اس امر کی ہے کہ شرعی تعلیمات کو فروغ دے کر ان مسائل کا سدباب کرنے کی کوشش کی جائے۔

حوالہ جات وحواشی

1 سورۃ الروم41:30۔

2 سورۃ النساء36:04۔

3 سورۃ بنی اسرائیل23:17۔

4 الترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، **الجامع للترمذی**، (مصر: مطبعۃ مصطفیٰ حلبی، 1395ھ)، کتاب البر والصلة، باب ماجاء فی رضی الرب فی رضی الوالد، رقم الحدیث:1899۔

5 ابن ماجۃ، ابو عبد اللہ، محمد بن یزید، **السنن**، (بیروت: درالکتب العلمیہ، 1991ء)، کتاب النکاح، باب ما جاء فی حق الزوج علی المراة، رقم الحدیث:2018۔

6 الترمذی، **الجامع للترمذی**، کتاب الرضاع، باب ماجاء فی حق الزوج علی المراة، رقم الحدیث:1159۔

7 ایضاً، کتاب المناقب، باب فضل ازواج النبیﷺ، رقم الحدیث:3895۔

8 سورۃ النساء06:04۔

9 ابن ماجۃ، **السنن**، کتاب النکاح، باب الطلاق، رقم الحدیث:2041۔

10 سورۃ النساء34:04۔

11 السرخسی، شمس الائمہ محمد بن احمد، **المبسوط**، (بیروت: دارالمعرفۃ، 1398ھ)، 15/325۔

12 ایضاً۔

13 ابن جارود، امام سلیمان بن داؤد الطیالسی، **مسند الطیالسی**، (کراچی: ادارۃ القرآن، 1391ھ)، رقم الحدیث:525۔

14 سورۃ النساء04:04۔

15 الشیبانی، محمد بن حسن، الامام، **الاصل المعروف بالمبسوط**، (کراچی: ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ، س ن)، 4/435۔

16 ایضاً، 3/396۔

17 ابن تیمیہ، احمد ابن عبد الحلیم، **جامع المسائل**، (السعودیۃ: الریاسۃ العامۃ لشؤن الحرمین، 1996ء)، 1/305۔

18 سورۃ النساء34:04۔

19 سورۃ الشوریٰ30:42۔

20 سورۃ البقرہ55:02۔

References:

1. al-Qurʾān, Sūrat al-Rūm 41:30.
2. al-Qurʾān, Sūrat al-Nisāʾ 36:04.
3. al-Qurʾān, Sūrat Banī Isrāʾīl 23:17.
4. al-Tirmidhī, Abū ʿĪsā Muḥammad ibn ʿĪsā, al-Jāmiʿ li al-Tirmidhī (Miṣr: Maṭbaʿat Muṣṭafā Ḥalabī, 1395H), Kitāb al-Birr wa al-Ṣalāh, Bāb Mā Jāʾa fī Riḍā al-Rabb fī Riḍā al-Wālid, Ḥadīth: 1899.
5. Ibn Mājah, Abū ʿAbd Allāh Muḥammad ibn Yazīd, al-Sunan (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmīyah, 1991), Kitāb al-Nikāḥ, Bāb Mā Jāʾa fī Ḥaqq al-Zawj ʿalā al-Marʾah, Ḥadīth: 2018.
6. al-Tirmidhī, al-Jāmiʿ li al-Tirmidhī, Kitāb al-Riḍāʿ, Bāb Mā Jāʾa fī Ḥaqq al-Zawj ʿalā al-Marʾah, Ḥadīth: 1159.
7. Ibid., Kitāb al-Manāqib, Bāb Faḍl Azwāj al-Nabī ﷺ, Ḥadīth: 3895.
8. al-Qurʾān, Sūrat al-Nisāʾ 06:04.
9. Ibn Mājah, al-Sunan, Kitāb al-Nikāḥ, Bāb al-Ṭalāq, Ḥadīth: 2041.
10. al-Qurʾān, Sūrat al-Nisāʾ 34:04.
11. al-Sarakhshī, Shams al-Aʾimmah Muḥammad ibn Aḥmad, al-Mabsūṭ (Beirut: Dār al-Maʿrifah, 1398H), 15/325.
12. Ibid.
13. Ibn Jārūd, Imām Sulaymān ibn Dāwūd al-Ṭiyālsī, Musnad al-Ṭiyālsī (Karachi: Idārat al-Qurʾān, 1391H), Ḥadīth: 525.
14. al-Qurʾān, Sūrat al-Nisāʾ 04:04.
15. al-Shībāni, Muḥammad ibn Ḥasan al-Imām, al-Aṣl al-Maʿrūf bi al-Mabsūṭ (Karachi: Idārat al-Qurʾān wa al-ʿUlūm al-Islāmīyah, n.d.), 4/435.
16. Ibid., 3/396.
17. Ibn Taymiyyah, Aḥmad ibn ʿAbd al-Ḥalīm, Jāmiʿ al-Masāʾil (al-Suʿūdiyyah: al-Riyāsah al-ʿĀmah li Shuʾūn al-Ḥaramayn, 1996), 1/305.
18. al-Qurʾān, Sūrat al-Nisāʾ 34:04.
19. al-Qurʾān, Sūrat al-Shūrā 30:42.
20. al-Qurʾān, Sūrat al-Baqarah 55:02.